فردان کے سامنے آیا اور ریوالور سے تین فائر کیے۔ گاندھی جی کے جسدِ خاکی کو برلا ہاؤس میں رکھا گیا۔ جب لارڈ ماؤنٹ بیٹن وہاں پہنچے تو اونچی آواز میں ایک ہندو چلایا اور کہا: ''یہ مسلمان تھا جس نے ایسا کیا۔'' ---۳ فروری کو ہندوستانی حکومت نے دو قراردادیں پاس کیں۔ پہلے نمبر پر کسی بھی تنظیم کے لیے تشدد کی تعلیم نہ پھیلانا اور دوسرے کسی کو نجی فوج کی اجازت نہ دینا۔ یہ وہ وقت تھا جب پورے ہندوستان میں ہندو مہا سبھا اور آر-ایس-ایس-ایس کے خلاف احتجاج کی صدا بلند ہو رہی تھی۔ ۴ فروری کو حکومت نے آر-ایس-ایس-ایس کو غیر قانونی قرار دے دیا اور اس کے کارکنوں کو بہت سے صوبوں اور ریاستوں سے گرفتار کر لیا گیا۔ جب تقسیم ہند کے بعد اگست کے اواخر میں پنجاب میں خون کی ہولی کھیلی جا رہی تھی تو اس وقت بھی گاندھی نے روزہ رکھا۔ ان کے ساتھ ساتھ شمالی کلکتہ کی پوری پولیس نے اپنی ڈیوٹی کے دوران ۲۴ گھنٹوں کا روزہ رکھا۔ چار دن میں مکمل امن ہو گیا۔ گاندھی کی کلکتہ میں ایک دعائیہ میٹنگ کے بعد ہزاروں ہندو اور مسلمان آپس میں گھل مل گئے اور ایک دوسرے کو گلے لگا لیا۔

آج سیکولر کہلانے والا بھارت انتہا پسندوں کے نرغے میں آیا ہوا ہے۔ جنونیت اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ ایک انتہائی دائیں بازو کی جماعت حکمران بنی بیٹھی ہے اور اقلیتوں، خصوصاً مسیحیوں پر مظالم کی انتہا کرنے والی جماعت شیو سینا اس حکومت میں شامل ہے۔ آج پھر ہندوستان میں گاندھی کے نظریات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب گاندھی جی کی عدم تشدد کی پالیسی اپنائی جائے۔ کیا آج بھی ان کا [کوئی] حقیقی پیروکار ہے، جو جان تک قربان کرنے کے لیے تیار ہے اور جس طرح ہندوستان والوں کے باپو نے مسلمانوں کے حقوق اور تحفظ کے لیے روزہ رکھا اور اپنے مطالبات منوائے؟ انسانی حقوق کے علمبردار ملک میں کیوں انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ مذہبی تشدد سے بڑھ کر اور کوئی بڑا ظلم نہیں ہو سکتا۔ اگر مسیحیوں پر الزام لگتا ہے کہ وہ ہندوؤں کو مسیحی بنا رہے ہیں تو کیا کبھی جنونی ہندوؤں نے سوچا ہے کہ

آخر لوگ مذہب کیوں تبدیل کرنے پر مجبور ہوتے ہیں؟ (تحریر انجم جیمز پال، پندرہ روزہ ''کاتھولک نقیب''، لاہور، ۱۵ تا ۲۸ فروری ۱۹۹۹ء)

سوڈان: غلامی کی حوصلہ افزائی کون کر رہا ہے؟

[مسیحی تبشیری تنظیموں اور بالخصوص ''کرسچن سالیڈیریٹی انٹرنیشنل'' کی جانب سے گزشتہ چند برسوں سے یہ پروپیگنڈا کیا گیا ہے کہ جنوبی سوڈان میں بعض مسیحی غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ گزشتہ سال ۱۵ نومبر کو ''ستم رسیدہ مسیحیوں'' کے لیے ''کرسچن سالیڈیریٹی انٹرنیشنل'' کی جانب سے یوم دُعا کی اپیل شائع کی گئی تھی اور ساتھ ہی یہ بتایا گیا تھا کہ ''تنظیم نے دو ہزار چار سو سے زائد سوڈانی غلاموں کو آزادی دلائی ہے، لیکن ہزاروں مسیحی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں، اور اِس سے کہیں زیادہ تعداد میں مسیحی دُنیا کے دوسرے خطوں میں ظلم وستم کا شکار ہیں۔ وہ ہمارے نجات دہندہ، یسوع مسیح پر ایمان کی بڑی بھاری قیمت ادا کرتے ہیں۔ وہ مدد کے لیے تمہاری طرف دیکھتے ہیں۔''

سوڈان بین الاقوامی پابندیوں اور خانہ جنگی کے باعث اقتصادی اور سیاسی مشکلات کا شکار ہے، تاہم اِس کی اسلامی قیادت اپنے محدود وسائل بروئے کار لاتے ہوئے اندرونی اور بیرونی چیلنجوں سے نبرد آزما ہے۔ جنوبی سوڈان میں آزادی کے فوراً بعد ہی مسیحی تبشیری تنظیموں نے، جہاں اُن کی موجودگی نو آبادیاتی دور سے چلی آ رہی تھی، اپنی سرگرمیاں تیز تر کر دی تھیں، مسیحی اقلیّت کے ساتھ مظاہر پرست آبادی میں شمالی سوڈان کے عرب مسلمانوں کے خلاف جداگانہ تشخص کو ابھارنے کی کوشش کی گئی۔ اِس میں مسیحی تنظیموں کو ایک حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے، تاہم ردعمل میں مسلم دعوتی سرگرمیاں بھی شروع ہو گئیں۔ اب جہاں مسیحی تنظیمیں اپنے مالی وسائل، مناسب تنظیم اور مغربی دُنیا کے پروپیگنڈے کی مدد سے سوڈان کی اسلامی قیادت کو نیچا

دکھانے کے لیے کوشاں ہیں، وہیں مسلمان دعوتی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ سوڈان کی ''وزارت برائے معاشرتی منصوبہ بندی'' کے ایک ذمہ دار اہل کار نے روزنامہ ''الجزیرہ'' (سعودی عرب) سے باتیں کرتے ہوئے صورتِ حال پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

براعظم افریقہ میں ترویج مسیحیت کی مہم بہت تیز ہوگئی ہے اور مسیحی تنظیمیں بالخصوص جنوبی سوڈان میں نومسلم آبادی کے درمیان کام کر رہی ہیں، اور سوڈان کے حکّام اِس پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ اِس مقصد کے لیے حکومت نے ''نومسلموں کے لیے بہبود فنڈ'' قائم کیا ہے، تاکہ اُن کے دلوں میں ایمان کو مضبوط کیا جائے، اُن کی اقتصادی اور معاشرتی حالت بہتر ہو تاکہ وہ بھائی بندوں میں دعوتی کام جاری رکھ سکیں۔ سوڈانی اہل کار نے اِس بات پر زور دیا ہے کہ دعوتی سرگرمیوں اور اسلام کے پھیلاؤ کے باعث ہی حکومت سوڈان ملک کی وحدت قائم رکھنے میں کامیاب ہے۔ اِس لیے مسلمان بھائیوں سے پہلے سے زیادہ تعاون کی ضرورت ہے۔ ''اوقاف'' قائم کرنے کی روایت نے تعلیم اور سماجی کفالت کے میدانوں میں ماضی میں نمایاں کردار ادا کیا تھا، اور وہ سوڈان اور بیرونِ سوڈان ''اوقاف'' قائم کرنے اور اُنھیں مضبوط کرنے کے لیے کوشاں ہیں (ملخص)۔

حکومتِ سوڈان نے ''کرسچن سالیڈیریٹی انٹرنیشنل'' کے الزامات کی ہمیشہ پرزور تردید کی، مگر کسی غیر جانبدار ادارے کی جانب سے کوئی رپورٹ سامنے نہ آسکی۔ حال ہی میں سوڈان نے ''اقوام متحدہ'' کو اِس سلسلے میں تحقیق کرنے کی دعوت دی۔ صورتِ حال کیا ہے، پندرہ روزہ ''کریسنٹ انٹرنیشنل'' کے کالم نگار جناب ایم-اے-شیخ کی رپورٹ سے اِس پر روشنی پڑتی ہے۔ ''کریسنٹ انٹرنیشنل'' کے شکریے کے ساتھ رپورٹ کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ مدیر]

''کرسچن سالیڈیریٹی انٹرنیشنل'' گزشتہ کئی برسوں سے تسلسل کے ساتھ یہ الزام لگا رہی ہے کہ جنوبی سوڈان میں غلامی عام ہے، مگر یہ الزام اُس وقت کمزور ہوگیا، جب خرطوم نے بے مثال قدم اٹھاتے ہوئے یونیسف کو الزامات کی تحقیقات کرنے کی دعوت دے دی۔ ادارے نے سوئزرلینڈ میں قائم اور ایک برطانوی شہری کی قیادت میں کام کرنے والے خود اس مسیحی گروہ کو غلامی کی حوصلہ افزائی کا مجرم قرار دیا ہے۔ ماضی میں سوڈانی حکام نے سختی سے الزامات کی تردید کی تھی، لیکن ریاستی حاکمیت کی بنیاد پر اُنھوں نے ہر وہ مطالبہ مسترد کر دیا تھا جس میں غیر ملکی تحقیق کاروں کی تفتیش کی بات کی گئی تھی۔

جنیوا (سوئزرلینڈ) میں یونیسف کے جاری کردہ بیان (۵ فروری) میں کہا گیا ہے کہ سوڈانی حکومت نے الزامات کی چھان بین کے لیے پہلی بار اُسے دعوت دی اور حکّام نے تحقیقات کے لیے ''دروازہ پوری طرح کھلا'' رکھا۔ مسئلے پر مفصل رپورٹ کے لیے خرطوم کی درخواست منظور کرتے ہوئے ادارے نے اِس اُمید کا اظہار کیا کہ دوسری تنظیمیں، سوڈانی اور بین الاقوامی دونوں، تحقیقات میں حصّہ لیں گی۔

خرطوم کی جانب سے تحقیقات کرنے کی دعوت کے بعد ۳۱ جنوری کو نئے الزامات لگائے گئے، اور ان کی تردید ہوئی۔ مسیحی گروہ نے دعویٰ کیا کہ اِس نے جنوبی سوڈان میں پانچ ہزار سے زائد غلاموں کو ۵۲ ہزار امریکی ڈالر کے عوض آزادی دلائی ہے۔ ۱۹۹۵ء میں تنظیم نے پہلی بار ''تیرہ سے انیس سال کے سیاہ فام غلاموں'' کو آزادی دلانے کے لیے اُن کے ''عرب آقاؤں'' کو رقم کی ادائیگی شروع کی تھی۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ حکومتِ خرطوم، ماضی کی طرح، تفتیش کا ہر مطالبہ مسترد کر دے گی، ''کرسچن سالیڈیریٹی انٹرنیشنل'' نے اقوام متحدہ پر زور دیا کہ وہ ''مداخلت کرے اور یہ ناقابلِ قبول طرزِ عمل ختم کرے۔''

حکومتِ سوڈان نے پہلے تو یہ کہتے ہوئے الزام کی تردید کی کہ غلامی صرف جنوب کے اُن

حصّوں میں ہے جو باغیوں کے قبضے میں ہیں، مگر پھر جلد ہی یونیسف کو تحقیقات کی دعوت دے دی۔ اِس طرح اقوام متحدہ کے اِس ادارے کو پہلی بار مسئلے پر اپنی رائے پیش کرنے کا موقع مل گیا۔ یونیسف نے واضح کیا کہ حکومتِ سوڈان نے تفتیش پر رضامندی ظاہر کر کے اپنے سابقہ مؤقف، کہ سوڈان میں کہیں غلامی نہیں، سے الگ رویہ اختیار کیا ہے۔ یونیسف کے مطابق ''غلامی موجود ہے، مگر کچھ دوسرے ناموں سے، جیسے دُنیا کے بعض دوسرے مقامات پر ہے۔'' مثال کے طور پر مغربی افریقہ اور ایشیا میں ''بچوں کی خرید وفروخت کا کاروبار جاری ہے۔''

مگر اِس سے کہیں زیادہ اہم بات یہ ہے کہ یونیسف نے ''کرسچن سالیڈیرٹی انٹرنیشنل'' کے اِس طرزِ عمل پر سخت تنقید کی کہ وہ افراد خرید رہی ہے، اِس طرح ''وہ غلامی کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے، نیز جنگ سے تباہ حال خطے میں ہتھیاروں کے کاروبار کو فروغ دے رہی ہے۔'' یونیسف نے کہا کہ ''تاجروں کے ہاتھ میں رقم کے آنے سے، اور بالخصوص ڈالروں کی شکل میں، ہتھیاروں کی خریداری میں اضافہ ہوتا ہے۔'' ''کرسچن سالیڈیرٹی انٹرنیشنل'' کا یہ طرزِ عمل اصولی طور پر ناقابلِ قبول ہے اور ہم اِس کی تائید نہیں کر سکتے۔''

خرطوم نے ''کرسچن سالیڈیرٹی انٹرنیشنل'' کے الزام پر نہایت سنجیدگی سے توجہ دی ہے۔ اِس کے خیال میں صدر عمر حسن البشیر کی اسلام پسند حکومت گرانے کے لیے امریکہ کی رہنمائی میں ایک اور کوشش کا یہ ابتدائیہ ہے۔ ۳ فروری کو حکمران نیشنل کانفرنس کے ایک عہدے دار محمد آدم نے انتباہ کیا کہ یہ الزامات ''ایک نئے حملے کے لیے رائے عامہ اور راستہ ہموار کرنے کی غرض سے ہیں۔'' محمد آدم نے واضح کیا کہ خفیہ اداروں (جن کا نام نہیں لیا گیا) کی رُو سے یہ الزامات ''جھوٹے اور گھڑے ہوئے ہیں،'' اور اِس غلط بیانی کی ذمہ دار ''کرسچن سالیڈیرٹی انٹرنیشنل'' اور اس کی رہنما بیرنس کاکس (رکن دارالامراء برطانیہ) ہیں۔ جناب محمد آدم نے اِس دعوے کا مضحکہ اڑایا کہ اِس تنظیم نے کم وبیش دس دس ڈالر ادا کر کے بچوں کو آزادی دلائی ہے، جناب محمد آدم کے بقول ''اِس